الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ الحکیم فحیث وجدھا
احق بھا (الحدیث)

الحمد للہ کہ رسالہ عجالہ

ناصح الطلبہ

از افاضات استاذ العلماء حضرت مولانا
مولوی محمد عبد اللہ صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام احقر ظہور الحسن غفر لہ ناظم
مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون زیور طبع پوشید
(محبوب پریس دیوبند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناصح الطلبہ

جسکا ذکر حقوق العلم کے باب دوم کی فصل سوم میں ہوا

بعد خیر القرون کے جو انقلابات اُمت مرحومہ میں ہوئے انکی تفاصیل کا احاطہ تو متعذر ہے اور بقدر ضرورت اسکو مع اسکی اصلاح کے حکیم الامت جامع شریعت وطریقت حضرت اقدس مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مد فیوضہم تحریر فرما رہے ہیں جو رسالہ الامداد میں ناظرین مطالعہ فرماتے ہیں منجملہ انکے ایک انقلاب طلبہ میں ہوا جو اکثر انقلابات کا مبداء ومنشاء ہے وہ یہ کہ زمانہ حال کے طلبہ میں دو طرح کی خرابی ہے ایک تو طلب کی حیثیت سے دوسری اخلاقی جہت سے۔ اس زمانہ کے طلبہ کو پیش نظر رکھ کر تدریجاً اساتذہ اور اساتذہ کے اساتذہ وعلیٰ ہذا حضرات مصنفین ومتقدمین علماء پر نظر ڈالیے تو ان طلبہ اور ان حضرات میں طلب کی حیثیت سے بعد المشرقین

کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوگا۔ اُن حضرات میں طلب کی یہ شان تھی کہ ایک ایک حدیث کیلئے کوسوں منزلوں سفر فرماتے تھے اور ایک ایک راوی کی تحقیق میں ایسے عدد عدد مشاق و متاعب برداشت فرماتے۔ اور باوجود اس مشقت کے اگر مطلوب تک وصول نہ ہوتا تھا تو طلب کو نہ چھوڑتے تھے اور ایک ایک مسئلہ کی تدقیق میں راتیں گذار دیتے تھے اور ایک ایک سطر کے حل کرنے کے لئے دماغ کھپا دیتے تھے۔ انکی اس بیحد جانکاہی اور طلب صادق کی حکایات سے دفتر کے دفتر مملو ہیں اور پھر حالت یہ تھی کہ نہ کتاب میسر ہوتی تھی اور نہ تیل بتی کے لئے پیسہ پاس تھا نہ کوئی طعام و لباس کا متکفل تھا فاقوں مرتے تھے اور علوم کی تحصیل کرتے تھے۔ میں نے ثقات سے سنا ہے کہ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کے یہاں بائیس آدمی بخاری شریف میں شریک تھے۔ اور صرف ایک نسخہ بخاری کا تھا سب نقل کرکے پڑھتے تھے۔ غرض گوہر علم کے لئے بحر طلب میں ایسی غواصی کرتے تھے کہ اگر اُنکی حکایات آج کل کے طلبہ کے سامنے بیان کی جاویں تو یقین آنا تو کیا معنی شاید اُنکے محال ہونیکا دعویٰ کریں تو تعجب نہیں پھر اُن کو اس طلب صادق کا ثمرہ جو کچھ ملا وہ سب اسوقت دیکھ رہے ہیں کہ کوئی فن ایسا نہیں رہا جسمیں اُن حضرات کا قدم صدق نہ ہو۔ تفسیر حدیث فقہ اصول فقہ معانی بیان

تصوف و صرف و نحو ہر فن کو اپنی انتہا تک بلکہ آگے تک پہونچا دیا۔ ہم کو تو مفت کی دولت مل گئی۔ سچ یہ ہے کہ اگر وہ ایسی مشقت کر کے علوم و فنون کو مدون نہ فرماتے تو اس وقت جہل کی ظلمت سے عالم تاریک نظر آتا۔

ایک اسوقت ہم لوگ ہیں کہ ہمارے سامنے تحصیل علم کے سب سامان موجود ہیں اساتذہ شفیق کتابیں صاف خوشخط مزین محشی دو وقتہ کھانا پکا پکایا طلباء رہنے کے لئے ایسے کمرے کہ بعضے رئیسوں کو بھی میسر نہیں۔ غرض تمام اسباب تحصیل علم کے مہیا اور حالت ہماری یہ ہے کہ نہ کتاب کی طرف توجہ ہے نہ اساتذہ سے اُنس ہے نہ شوق ہے نہ طلب ہے۔ نہ مطالعہ ہے نہ تکرار ہے۔ نہ وہ رنگ علمی ہے۔ کتابیں ختم کرلیں گے۔ دستارِ فضیلت زیب سر ہو جائیگی لیکن استعداد کی یہ حالت ہے کہ املا تک صحیح نہیں۔ عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتے بنض اور رنیذ میں فرق نہیں کر سکتے (الا ماشاء اللہ) پھر ہمارے اس بد استعدادی اور ناقابلیت کے جو ثمرات ہیں وہ مشاہد ہیں کہ ایسے ایسے افراد جب ہمارے مدارس سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو اُن کو لیاقت و استعداد تو ہوتی نہیں۔ تدریس کی توقع نہیں۔ افتاء کا سلیقہ نہیں۔ یا تو وعظ گوئی کو اپنا پیشہ بناتے ہیں اور

اس میں بھی غلطیاں کرتے ہیں یا کسی مسجد میں امام بنتے ہیں اور اگر تدریس کے لیئے بھیج دیئے گئے تو وہاں بے آبروئی ہوتی ہے۔ ایسے ایسے نتائج کو دیکھ کر عام لوگ کم عقل سمجھتے ہیں کہ علم دین پڑھنے کا نتیجہ بس یہی ہے کہ یا تو وعظ کہہ کر پیٹ بالو یا کسی مسجد کی امامۃ سنبھالو۔ اسلیئے پختہ ارادہ کر لیتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو علم دین نہ پڑھاوینگے۔ اور اپنی ناحقیقت شناسی سے یہ نہیں جانتے کہ یہ علم کا نتیجہ نہیں ہے یہ طلبہ کی کم ہمتی کا ثمرہ ہے۔

اب میں اپنی عنان تقریر کا ان عوام کی طرف رخ کر کے عرض کرتا ہوں کہ ہم نے مان لیا کہ اسوقت علم کا یہی نتیجہ ہے لیکن بہت زور سے للکار کر دعویٰ کیا جاتا ہے کہ علم دین کی ہر طرف ہر حالت میں خواہ اُس میں مشغول ہونے سے استعداد اور کمال حاصل ہو یا نہ ہو مائل ہونا اور برائے نام بھی اُسکی طلب ہونا بلکہ دائرے کو وسیع کر کے کہا جاتا ہے کہ مدارس اسلامیہ میں بیکار رہ کر رہنا لاکھوں کروڑوں درجے انگریزی میں مشغول ہونے سے بہتر ہے۔ اسلیئے کہ گو لیاقت اور کمال نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو فاسد نہ ہونگے۔ اہل علم سے محبت تو ہوگی اگرچہ کسی مسجد کی جاروب کشی ہی میسر ہو۔ یہ جاروب کشی اُس انگریزی میں کمال حاصل کرنے اور وکیل و بیرسٹر وغیرہ بننے سے

کہ جس سے اپنے عقائد فاسد ہوں اور ایمان میں تزلزل ہو اور اللہ و رسول و صحابہؓ و بزرگان دین کی شان میں بے ادبی ہو کہ جو اس زمانہ میں انگریزی کا اکثری بلکہ لازمی نتیجہ ہے اور یہ ترجیح محب دین کے نزدیک تو بالکل واضح ہے۔ ہاں جسکو دین کے جانیکا غم ہی نہ ہو وہ جو چاہے کہے لیکن بایں ہمہ اس فساد استعداد کی اصلاح کی ضرورت ہے اسلئے کہ اسکے نتائج اچھے نہیں۔ اور اگر اسکی اصلاح ہو گئی تو ایک عالم کی اصلاح ہو جائیگی۔ اور پھر جسقدر علماء مدارس سے فارغ ہو کر نکلیں گے وہ دین کے سچے خادم ہونگے اور دین کی خدمت کر کے دکھلائینگے۔ اسلئے حضرات علماء کی خصوص جو حضرات شغل تدریس میں مشغول ہیں انکی خدمات عالیہ میں عرض ہے کہ حضرات در حقیقت آپ اس وقت بڑا کام کر رہے ہیں اور جس طریق سے آپ درس دے رہے ہیں فی الواقع طریق یہی ہے اور اسی طریق تدریس سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے اور اب بھی اگرچہ قلیل ہی سہی مستعد پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں بوجہ کم توجہی طلبہ اور قوۃ فہم کے ضعیف ہو جانے کے یہ طریق تدریس کا کافی نہیں ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ طریقہ تدریس میں ایسی ترمیم کی جائے جس سے طلبہ کو استعداد ہو اور یقین ہے کہ آپ حضرات اس ضرورت کو محسوس کر رہے

ہونگے اور اس طریق کا تجزیہ کرنا یہ آپ ہی حضرات کا کام ہے۔
لیکن بمضمون اے رب رمیتہ من غیر رام و بمصداق ؎

گاہ باشد کہ کودکے ناداں
بغلط بر ہدف زند تیرے

یہ ناکارہ بھی کچھ عرض کرتا ہے شاید وہ صحیح ہو۔ وہ یہ ہے کہ اس بد استعدادی کے چند اسباب ہیں طلبا کی کم توجہی یہ تو مشترک اور عام ہے اور فہیم اور ہونہار بچوں کا انگریزی میں مشغول ہونا اور ضعیف الفہم طلبہ کا عربی کی طرف توجہ کرنا اور عربی کے فاضلوں کی قدر نہ ہونا۔ ان اسباب مذکورہ کے علاوہ ایک اور سبب ہے اور اس کا تدارک مدرسین کے اختیار میں ہے اور اس کے بیان کرنے کیلئے یہ سطریں لکھی گئی ہیں۔ وہ بعنوان مختصر یہ ہے کہ طلبہ کی استعداد سے کام نہیں لیا جاتا ہے۔
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اب تک تدریس کا طریق یہ ہے کہ طالب علم اول عبارت پڑھتا ہے اس کے بعد مدرس اس مقام کی شرح مع اسکے ماله وما علیہ وما فیہ کے بیان کرتا ہے۔ اس درمیان میں اگر کسیکو شبہ ہوا وہ دریافت کرلیتا ہے۔ مدرس جواب دیتا ہے بس مدرسین اسکا قصد بھی نہیں فرماتے ہیں کہ طلبہ اس مقام کو سمجھ جاویں بعض کا مقصود تو مدرسہ کا وقت پورا کرنا ہوتا ہے اور بعض اپنی تقریر صاف کرنے کے لئے تقریر فرماتے

ہیں اور بعض اپنی اظہار لیاقت کیلئے صعوبت برداشت کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے جو اتنی دیر تک تقریر کی طلبہ کو اس سے کیا آیا۔ سمجھے یا نہیں الّا ماشاء اللہ۔ اور یہی طریق ابتدائی کتب سے لیکر انتہا تک جاری رہتا ہے۔ سو میرے نزدیک یہ طریق اسوقت مبتدیوں بلکہ متوسطین کیلئے بھی بالکل غیر نافع ہے البتہ یہ اُن طلبہ کیلئے نافع ہے جو منتہی ہو کر فاضلانہ استعداد حاصل کر چکے ہیں اور بڑے حضرات کے یہاں مستفید ہو رہے ہیں۔ اور مبتدیوں کیلئے تو نہایت ہی مضر ہے۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ جس قوت سے کام نہ لیا جائیگا اُس قوت کو کبھی ترقی نہ ہوگی۔ دیکھیے جس انجن یا جس مشین سے کام نہ لیا جائے وہ بیکار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسانی قویٰ کا حال ہے کہ جس قوت سے کام نہ لیا جائیگا وہ رفتہ رفتہ شست اور ضعیف ہو کر کالعدم ہو جائیگی وہذا ظاہر جداً۔

اسی طرح قوت فہم کا حال ہے کہ جب اس سے کوئی کام لینے والا ہوگا تو اُسکو قوت ہوگی اور کتب درسیہ پڑھنے کی غایت بھی یہی ہے کہ ملکۂ راسخہ اور استعداد کتب بینی و کتب فہمی کی حاصل ہو جائے۔ یہ مقصود نہیں ہے کہ تقاریر یاد ہو جائیں اساتذہ کی بتائی ہوئی تمام تقریریں نہ کسیکو یاد ہوئی ہیں اور نہ ہو سکتی ہیں۔ پڑھتے پڑھتے ملکہ پیدا ہو جاتا ہے

اور اسی سے کام لیا جاتا ہے بلکہ ملکہ کافیہ کے پیدا ہو جانے کے بعد پھر تعلیم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ چونکہ طلبہ آجکل خود کم توجہ ہیں اپنے طبائع پر زور نہیں ڈالتے اور نہ اساتذہ کی طرف سے اسکی تاکید ہوتی ہے اسلئے اُن کی قوت فہم معطل ہو کر کمزور ہو جاتی ہے۔ اور استعداد جس مرکز پر ہوتی ہے وہاں ہی ٹھہر جاتی ہے گو برائے نام کتابیں بھی ختم ہو جائیں۔ اسلئے یہہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس طریق تدریس میں کچھ ترمیم کی جائے اور وہ یہ ہے کہ طلبہ کی استعداد سے کام لیا جائے خود اُن کو بلا ضرورت شدید امداد نہ دی جائے۔ جو مقام ایسا ہو کہ ان کی استعداد سے باہر ہو اسکی تقریر تو خود کر دی جایا کرے ورنہ خود اُن سے ہی تقریر کرائی جاوے اور نیز ہر قاعدہ اور مسئلہ کے متعلق کثرت سے امثلۂ مشقیہ دریافت کی جاویں تاکہ وہ قاعدہ خوب جاری ہو جائے اور یہ طریق گو تمام درس میں مفید ہے لیکن ابتدائی کتب میں تو بہت ہی ضروری ہے اسلئے کہ مبتدیوں کی حالت نہایت ردی دیکھی جاتی ہے اور جب ابتداء درست ہو جاتی ہے تو پھر اور کتب بھی سہل ہو جاتی ہیں۔

بطور تمثیل کے بعض بعض ابتدائی کتابیں اور بعض متوسط کتب کے متعلق اس طریق کو مفصلاً عرض کرتا ہوں مثلاً میزان منشعب جب شروع ہوں تو ایسا نہ کیا جاوے کہ سبق پڑھا دیا اور اس کو حفظ سن لیا۔

اس سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ سبق پڑھا کر اور یاد کرا کر اس کے متعلق امثلہ مشقی بکثرت دریافت کی جاویں۔

نمبر ۱ مثلاً ماضی کی بحث پڑھائی تو کم از کم تین چار سو مختلف صیغے ماضی کے دریافت کئے جاویں۔ نمبر ۲۔ اور مصادر دیکر انسے ماضی کے صیغے بنوائے جاویں نمبر ۳۔ اور مصادر کے معنے بتا کر ان کے ماضی کے صیغوں کی اردو دیدی جاوے کہ اسکی عربی بنا دیں نمبر ۴۔ اگرچہ اس اجراء میں کئی روز صرف ہو جاویں بجائے سبق کے یہی کام ہونا چاہیئے نمبر ۵ اسی طرح جب دوسری بحث پڑھائی جلئے اسکے متعلق بھی یہی عملدرآمد کیا جاوے۔ جب تمام میزان اس طرح ہو جاوے تو منشعب شروع کرائی جاوے اور منشعب کے مصادر کی میزان پر گردان کرائی جاوے اور مختلف صیغے بکثرت دریافت کئے جاویں اور نیز اردو کے صیغے منشعب کے مصادر کے متعلق دئے جائیں تاکہ اسکی عربی بنا دیں نمبر ۶۔ جب پنج گنج شروع ہو اسمیں یہی قاعدہ جاری کیا جاوے یعنی جو تعلیل تغیر کے قواعد ہیں ہر قاعدہ کی کم از کم سَو سَو مثالیں ان سے دریافت کی جاویں۔ نمبر ۷۔ اور مصادر دیکر انکی گردان مع تعلیلات لکھوائی جاوے۔ جب اس طور سے پنج گنج ختم ہو جاوے تو نحو میر شروع کرائی جاوے اور اس کے اندر قواعد ذیل کا لحاظ رکھا جاوے۔

نمبر۱ جسقدر سبق ہو اور اسمیں جو قواعد پڑھائے جاویں اسکے متعلق چھوٹے چھوٹے جملے عربی کے دیکر اردو ترجمہ مع ترکیب کرایا جاوے اور اردو کے جملے دیکر عربی بنوائی جاوے۔ ان دونوں قسم کے جملوں کے لغات تشعب کے مصادر ہونے چاہئیں **نمبر۲**۔ ان جملوں کو حسب استعداد متعلم تدریجی تطویل دیجائے حتیٰ کہ نحو میر کے ختم پر طویل طویل سلیس عبارتیں اردو کی دیکر عربی بنوائی جائے اور سلیس عربی کا اردو ترجمہ کرایا جائے۔ اس طور سے جب نحو میر ختم ہوگی تو شرح مأتہ عامل اور ہدایت النحو کی عبارت طالب علم خود صحیح پڑھیگا اور اگر کہیں غلطی کرے تو بتلایا نہ جاوے اسی سے خود قاعدہ پر جواب طلب کیا جائے۔ مثلاً طالب علم نے مرفوع کو منصوب پڑھا تو اس سے پوچھا جائے کہ منصوب کس وجہ سے پڑھا ہے یہ منصوبات کی کونسی قسم میں داخل ہے۔ اگر منصوبات میں سے کسیکا نام بتائے مثلاً کہے مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ ہے تو کہنا چاہیئے کہ اسکی تعریف اسپر منطبق کرو۔ جب منطبق نہ کرسکے تو کہے سوچ کیا ہے۔ اس طریق سے خود اسی سے نکلوانا چاہیئے سبق کے کم ہونے یا نہ ہونے کا ہرگز خیال نہ کریں۔ اگرچہ کسی دن بالکل نہ ہو یا ہو تو کم ہو اور جماعت میں عبارت پڑھنے کا نمبر مقرر نہ کریں بلکہ جس سے دل چاہے پڑھوائے بلکہ ابتدائی کتب میں بہتر ہے کہ ایک روز کے سبق کا تجربہ کرکے کئی طلبہ سے پڑھوائیں چند روز تک

انشاء اللہ تعالیٰ استعداد ایسی ہوگی کہ کہیں عبارت کی غلطی نہ کرینگے اور یہ
دھبہ طلبہ سے دُھل جائیگا کہ اُن کو عبارت تک صحیح پڑھنا نہیں آتی۔
یہ طریقہ تو صحیح عبارت کا ہوا۔ اس طریقہ کو تمام کتب کے اندر اجراء کی ضرورت
نہ ہوگی صرف ابتدائی کتابوں کے جیسے ہدایت النحو منیۃ المصلی قدوری کافیہ
مرقاۃ وغیرہ پہنچنے تک ضرورت پڑیگی بلکہ نحو میر کے اندر اگر تو اعد مذکورۃ الصدر
کا اجراء کیا تو عبارت میں بہت کم غلطی ہوگی اور اگر ہوگی تو وہ اس طریق
کے اجراء سے مرتفع ہو جائے گی۔

اب تقریر مضمون کے متعلق عرض ہے کہ مضمون کے اندر یہ غور کرنا
چاہیئے کہ یہ مضمون کس قسم کا ہے۔ یہ طالب علم جو عبارت پڑھتا ہے اس
مضمون کو خود سمجھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر خود سمجھ سکتا ہے تو اس مضمون کی
آپ ہرگز تقریر نہ کرے طالب علم ہی سے تقریر کرائیے۔ اگر نہ کرسکے تو جماعت
میں سے دوسرے سے تقریر کرائیے اگر کوئی نہ کرسکے تو سمجھنا چاہیئے کہ مطالعہ
نہیں دیکھا یا سرسری دیکھا ہے۔ اِس جماعت کو اُٹھادے اور ہدایت
کردے کہ مطالعہ دیکھ کر پڑھو۔ دو ایک مرتبہ جب ناغہ ہوگا تو طلبہ کو خود
خیال ہوگا اور مطالعہ ضرور دیکھیں گے اور جو مضمون ایسا دقیق ہے کہ
طلبہ کی استعداد سے باہر ہے تو اس مضمون کو نہایت سہل عنوان سے
بلا رنگینی تقریر و استعارات و حشو و زوائد کے تقریر کرکے پھر طالب علم

سے ایک مرتبہ تقریر کرائے اور جس فن کی کتاب بھی شروع ہوائس میں تدریس کا یہی طریق جاری کرے اور امثلۂ مشقی بکثرت دریافت کرنا چاہیئے۔ مثلاً فن بلاغت شروع ہو تو ہر قاعدہ کے متعلق آیات قرآن مجید اور اشعار جاہلیت دیکر قواعد بلاغت اُنمیں جاری کرائے جاویں۔ قدمار کی بلیغ عبارت دیکر اُس کی فصاحت و بلاغت دریافت کرے اور اردو کی عبارت دیکر اُسکی عربی مع رعائت قواعد بلاغت بنوائے۔ اسی طرح جب فقہ کی کوئی کتاب شروع ہو تو اس کتاب کے مرتبہ کے موافق چھوٹے چھوٹے مسئلے دئے جائیں کہ بحوالہ کتب اسکا جواب لکھیں۔ علیٰ ہذا منطق کے قواعد کا اجرار اسی طرح کرایا جائے۔ غرض جو فن شروع ہو اُسکو عملی طور سے جاری کرایا جائے گو اس میں مدت زیادہ لگے لیکن تساہل نہ کیا جائے اور میرا خیال یہ ہے کہ ابتدار سے اگر یہ طریق جاری کیا جائے تو استعداد کے بڑھنے کے ساتھ دل بھی بڑھیگا اور توجہ میں زیادتی ہوگی تو مدت بھی زیادہ صرف نہ ہوگی اور اس اجرار قواعد کے لئے سبق سے علیحدہ مستقل وقت مقرر کرنا چاہیئے۔ اسکو بجائے ایک سبق کے سمجھنا چاہیئے۔ لیکن اسمیں دقت یہ ہوگی کہ ہر مدرس کو یہ اطمینان نہیں ہے کہ ان قواعد کو جاری کرے اور امثلۂ مشقی مجتمع ہیں نہیں اور خود اُسکو تلاش کرنے میں دقت ہوگی اسلئے حضرات جامعۃ القاسمیہ

اپنی دار العلوم کے متعلق خصوصاً مدارس کے مہتممین کو اس طرف متوجہ کریں
اور دیگر مہتممین مدارس از خود عموماً اپنی توجہ اس جانب مبذول
فرمائیں کہ چندہ کر کے ایسی کتب درسیہ طبع کرادیں جنکے حواشی پر امثلہ
مشقی بترتیب حسن و باسلوب پاکیزہ لکھی جائیں اور ان کتب کو درس
میں داخل کریں پھر خواہ مخواہ ہی مدرسین اس طریق سے پڑھانے پر مجبور
ہونگے اور یہ کوئی مشکل نہیں ہے اسلئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ جو ضروری کام
ہیں انکے لئے چندے جمع کئے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک وہ کام اس سے
زیادہ ضروری نہیں۔ اسلئے کہ یہ تو خود مقصود کا سبب قریب ہے اور
دیگر امور زائدہ اگر نہ بھی ہوں تو چنداں حرج نہیں ہے اور اسوقت
اس طریق کی نہایت شدید ضرورت ہے۔ اگر اس طریق کا اجراء نہ کیا گیا
تو بہت جلد وہ وقت دکھلائی دیتا ہے کہ علم گم ہو جائیگا۔ اور اگر یہ عذر ہو
کہ طلبہ کو اس سے وحشت ہو گی اور بھاگ جاوینگے اور مدارس خالی رہ
جائینگے۔ اول تو یہ محض خیال ہی خیال ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ طلبہ
زیادہ آئینگے۔ اور دوسرے یہ کہ جب بڑے بڑے مشہور مدارس میں اسکا
اجراء ہو گا تو طلبہ ہرگز نہ جائیں گے اور اس طریق سے استنکار کی کوئی وجہ
نہیں۔ ایسی ایسی ترمیمات تو ہمیشہ ہوتی رہی ہیں۔ دیکھیے سلف صالحین
اور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا طرز یہ تھا کہ شیخ خود پڑھتے تھے اور تلامذہ سنتے

تھے اسوقت بھی نافع ہونے میں کافی تھا اسلئے کہ وہ تلامذہ خود عالم ہوتے تھے. انکو اس امر کی ضرورت نہ تھی کہ خود پڑھیں. اس کے بعد جب استعداد میں وہ قوت نہ رہی اور یہ طریق ناکافی ہونے لگا تو علماء نے اس طرز کو بدل دیا کہ شیخ سنے اور تلامذہ میں سے ایک شخص عبارت پڑھے اور پوچھنے کیلئے وہ منتخب ہوتا تھا جو عبارت جلدی پڑھ سکتا تھا تھا۔ ایک زمانہ تک یہی طرز رہا۔ اس کے بعد پھر نمبر مقرر کیا گیا کہ نمبروار سب پڑھیں۔ پھر نمبروار پڑھنے میں یہ شبہہ ہوا کہ جسکا نمبر ہوگا وہ مطالعہ دیکھے گا اور باقی نہ دیکھیں گے۔ اس لئے نمبر بھی بعض جگہ مقرر نہیں رہا بلکہ اُستاد جسکو کہدے وہ پڑھے اور مطلب کی تقریر بہر حالت میں اُستاد کرے۔ لیکن بوجہ ضعف استعداد و کم توجہی طلبہ یہ طریق بھی ناکافی ثابت ہوا۔ کما مر مفصلاً۔ اسلئے اب اس کی ضرورت واقع ہوئی کہ عبارت بھی طالب علم پڑھے اور مقصود کی تقریر بھی وہی کرے اور جو کچھ اُسکی تقریر میں کمی رہے اُس کو اُستاد پورا کردے یا مشکل مقام کی تقریر کردے۔ چنانچہ مفصلاً اس کی ضرورت اوپر معلوم ہوچکی ہے اسلئے حسب اقتضاء ضرورت زمانہ اگر اس طریق کو جاری نہ کیا جاویگا۔ اور بدستور وہی طریق تدریس رہیگا تو علوم کے گم ہوجانے کا صرف احتمال ہی نہیں بلکہ قریب یقین کے ہے۔

اے حضرات علماء و مدرسین آپ حضرات کی بلیغ توجہ کی سخت ضرورت ہے اس لئے آپ اس طرف توجہ فرمادیں اور میرے ان بے سروپا جملوں میں غور فرمادیں۔ یہ ناکارہ بوجہ کم علمی یا بد استعدادی کے تحریراً یا تقریراً اپنے پورے مافی الضمیر کو ادا کرنے سے قاصر ہے لیکن اگر آپ ذرا غور فرمادیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی سمجھ میں آجاوے گا کہ فی الواقع اسکی سخت ضرورت ہے۔ یہ تمام تر تقریر تو استعداد کے متعلق تھی اب اخلاقی حیثیت سے جو تغیر طلبہ میں ہوا ہے وہ معروض ہے۔ وہ یہ ہے کہ اخلاق کے اعتبار سے تغیرات تو بہت ہوئے ہیں لیکن صرف دو امر کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جن کے تدارک کی نہایت ہی ضرورت ہے۔

اوّل اُن میں سے بے ریش لڑکوں کا فتنہ ہے جو مدارس میں بلائے عام کی طرح شائع ہے اسکے تدارک کی سخت ضرورت ہے اور اُس کے بُرے نتائج محتاج بیان نہیں ہیں۔ اس کے لئے مدارس میں یہ انتظام ہونا ضروری ہے کہ دس دس یا بیس بیس لڑکوں کے لئے ایک معمر متقی تنخواہ دار نگراں مقرر کیا جاوے اور مندرجہ ذیل اُمور اسکے متعلق ہونا چاہئیں:۔ **نمبر ا۔** اُن کو کسی بڑے طالب سے نہ ملنے دے **نمبر ۲۔** نگراں سے الگ ہو کر آپس میں بھی وہ ایک دوسرے سے باتیں نہ کریں۔ **نمبر ۳۔** اُن کے اندرونی حالات کی بخوبی نگرانی کرے **نمبر ۴۔** اُنکے نام جو

خطوط آویں وہ بھی دیکھ کر دے۔ **نمبر ۵**۔ اُن کے سر منڈا تا رہے۔ **نمبر ۶**۔
پان کھانے سے روکے۔ **نمبر ۷**۔ ان کا لباس سادہ ہو اگرچہ اُمراء کے بچوں کا
قیمتی ہو۔ **نمبر ۸** نماز وجماعت میں اُنکی حاضری کی فکر رکھے **نمبر ۹**۔ اگر کہیں
تفریح کیلئے یا کسی ضرورت کیلئے بازار وغیرہ جائیں تو خود اُن کے ساتھ رہے۔
نمبر ۱۰۔ اگر ان اُمور کے خلاف کریں تو مناسب سزا دے وغیر ذلک۔

دوسرا تغیر نہایت قابل حسرت وافسوس ہے وہ یہ ہے کہ اس
زمانہ میں نیچریت اور نئی روشنی کے اثر کی ایسی کثرت ہوئی جیسے آب وہوا
کے فساد سے ہیضہ اور طاعون کی اور اس اثر سے بہت کم نفوس محفوظ رہے
ہیں۔ اگرچہ اس اثر سے چند روز قبل عام لوگوں کے متاثر ہونے کا صدمہ تھا
لیکن اب تک طلبہ وعلماء اس سے بحمد اللہ محفوظ تھے اور اب بھی بہت سے
بحمد اللہ محفوظ ہیں لیکن اب چند روز سے نو عمر طلبہ میں یہ اثر معتد بہ درجے
میں آگیا ہے اسکا نہایت درجے قلق ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ خدانخواستہ
انکے عقاید بھی ان لوگوں کے عقاید جیسے ہوگئے توبہ توبہ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ
رکھے۔ میرا مقصود یہ ہے کہ وہ جو ایک سادہ رنگ خلوص کا طلبہ سابقین
میں تھا جس سے انکو دیکھ کر انکی طرف دل کو بے انتہا کشش ہوتی تھی اور
اگر کبھی عوام دنیاداروں کی جماعت میں کوئی طالب علم آجاتا تھا تو اُسکے
بشرہ سے اور اُسکی وضع وانداز سے مترشح ہو جاتا تھا کہ یہ طالب علم ہے اور یہ

علم دین کی تحصیل میں مشغول ہے۔ افسوس ہے کہ اب یہ رنگ مفقود ہوتا جاتا ہے اور دنیا دار رنگ طبائع میں پیدا ہوتا جاتا ہے۔ وہ بے تکلفی اور سادگی رخصت ہوتی جاتی ہے بلکہ ہو گئی۔ بعض کی وضع و انداز سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بابو ہیں۔ ترکی ٹوپی سر پر ہے۔ شیروانی پہنے ہوئے ہیں جیب میں گھڑی لگی ہوئی ہے۔ انکو دیکھ کر طالب علمی کا یقین تو کیا احتمال بھی نہیں ہوتا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کے رئیس ہیں۔ نہ چہرے پر تقوی کے انوار ہیں نہ آواز و لہجہ میں خشوع و خضوع کے آثار ہیں۔ اگر کسی سے بات کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کوئی وکیل بیرسٹر گواہ عدالت سے جرح کر رہا ہے۔ اگر عبارت تحریر کرینگے تو معلوم ہوتا ہے کہ تعزیرات ہند کی دفعات لکھ رہے ہیں۔ کتاب میں جی نہیں لگاتے۔ اخباروں اور پرچوں میں بحیلۂ خدمتِ دین مضامین لکھتے ہیں۔ مطالعہ و تکرار سبق سے نفور ہیں اور مناظرہ اور تقریر کے برجستہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ ان میں بعض لوگ اسکی تاویل کرتے ہیں کہ ضرورتِ زمانہ ان امور پر مجبور کرتی ہے کہ تحریر و تقریر ایسی ہو کہ پسندیدۂ ابنارِ زماں ہو تاکہ ان کو تبلیغ کر سکیں۔ میں اسکا مخالف نہیں ہوں واقعی اسکی تحصیل ضروری ہے لیکن اسکے اندر جو مفسدہ خفیہ ہے اسکی اطلاع بھی ضروری ہے وہ یہ کہ تجربہ کی رو سے ایسی تقریر و تحریر حب جاہ پیدا کرنے والی ہے اور خلوص کے رنگ کو ملیامیٹ کرنے والی ہے اور قلوب میں ترقی مذموم کا

مضمون جما دینے والی ہے اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ طالب علمی اخلاص اور سادگی قلب سے جدا ہو کر صرف عبارت آرائی اور دعویٰ ہی دعوے رہ جاتے ہیں۔ اسلئے میرے نزدیک عام طلبہ کو عموماً ایسی تقریر و تحریر اور نئی روشنی والوں کے ساتھ افادہ کی غرض سے یا استفادہ کی نیت سے ملنے سے قطعاً روکا جائے اور تبلیغ احکام اور مخالفین کے مضامین کو رد کرنے کے لئے منتہی طلبہ کی ایک جماعت کو منتخب کیا جاوے اور اول انکو حضرات اہل اللہ کی خدمات میں بھیجا جائے کہ چند روز وہاں رہ کر اپنے اخلاق کی درستی کریں اور خلوص کا کچھ حصہ حاصل کریں۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ وہ صوفی بنیں یا ذکر کی ضربیں لگائیں مقصود یہ ہے کہ ان کی صحبت میں رہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اخلاص کا کچھ حصہ ضرور انکو ملے گا۔ اور پہلے زمانے میں اسکی ضرورت نہ تھی اسلئے کہ مخلصین کی کثرت تھی اور یہ نیا رنگ طبائع میں نہ تھا لیکن اب ضرورت شدید ہے۔ جب وہ ایک کافی مدت میں انکی خدمت سے مستفید ہو جائیں اسوقت انکو منصب مناظرہ تحریری یا تقریری پر مقرر فرما دیں۔ اس کے بعد خواہ انکی تحریر و تقریر کسی طرز کی ہو مضر نہ ہوگی۔ اور عام طلبہ کو ایسی تقریرات و تحریرات سے قطعاً روکیں۔ جو لوگ ایسی تقریر و تحریر کے عادی ہو رہے ہیں وہ یاد رکھیں کہ اس تقریر و تحریر کا خاک اثر نہیں صرف ایک حرکت اور

برائی اُس کاتب و مقرر کی. اس سے بعض بے وقوفوں کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ باقی جو غایت ہے یعنی اصلاح وہ ہرگز اس سے نہیں ہوتی فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ تمت بالخیر

۱۴ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ ہجری

رحمۃ المتعلمین

فی زمانہ طلبار، مدرسین، کاتبین اور عامہ مومنین کی اسلامی تربیت اور اصلاح کے لئے یہ رسالہ مؤلفہ مولانا عبدالرحمن صاحب خلیفہ خاص حضرت حکیم الامۃ رح نہایت ہی اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ ہر طبقہ کے لئے نہایت ہی ضروری اور مفید ہے۔ حقوق العلم اور نافع الطلبار کی طرح خود بھی اس کا مطالعہ کیجئے۔ اپنے بچوں، شاگردوں اور احباب کو بھی سنائیے۔ قیمت ... ۳۳/۰۰

ملنے کا پتہ: ناظم مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون

صحیح رہنمائی

...ربہ شاہد ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بیشمار ملفوظات، مواعظ
...یف کے ذریعے عوام اور نو تعلیم یافتہ بلکہ علماء وصوفیاء کو رسمی تصوف، گمراہ کن
...نیچریت سے نکال کر صحیح عقائد، عبادات، شرعی معاملات اور اسلامی
...ت و سیاست کی طرف رہنمائی کی۔

...ری غفلت نے آج کل اس بددینی اور لادینی کے تریاق ذخیرہ کے اکثر
...صہ کو ایسا کمیاب بلکہ نایاب کر دیا کہ موجودہ مسموم فضا سے متاثر نئی امت اس
...ائی سے ناآشنا اور محروم ہے۔

...چونکہ ان کی یکلخت اشاعت کے لئے لاکھوں روپیہ بھی کم تھا۔ لہٰذا اپنی اور
...کی سہولت کے لئے ادارہ نے دو تین ماہ کے فاصلہ پر $\frac{20\times30}{16}$ سائز کے تقریباً ۲۵۰
...ات کی قسطوار اشاعت شروع کر دی ہے مارچ ۱۹۶۶ء تک تیرہ قسطیں شائع
...ں ہر قسط کی قیمت ۲/۵۰، اور مستقل ممبری میں نام لکھانیوالوں کیلئے مع محصول ۲/۱۰ ہے
...یل پر خط لکھ کر آج ہی پروگرام منگا لیجئے اور ممبری میں نام لکھا لیجئے۔

ناظم: مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر